OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of
Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 398-405

سیرت النبی ﷺ میں بحرانوں کے انتظامی اصول: مکی اور مدنی ادوار کا تجزیاتی مطالعہ

Administrative Principles of Crisis Management in the Seerah of Prophet: An Analytical study of Makkah and Madina Era ﷺ Muhammad

Muhammad Arif
Teaching Assistant, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University, Mansehra
Email: arif.hu1981@yahoo.com

Muhammad Saeed Awan
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra
Email: saeedmalik313@gmail.com

Abdul Qadeer Siddiq
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra
Email: aq487214@gmail.com

Abstract

This research paper explores the strategic and administrative methodologies of crisis management deployed by the Prophet Muhammad ﷺ during critical turning points of his prophetic mission. By analyzing four major historical milestones—the socio-economic boycott in the She'b Abi Talib, the strategic relocation (Hijrah) to Madinah, the military challenges of the Ghazawat (Badr, Uhud, and Khandaq), and the diplomatic deadlock at the Treaty of Hudaybiyyah—this study deduces timeless organizational principles. The findings demonstrate that prophetic crisis management was never reactive or emotional; rather, it was grounded in divine guidance, meticulous risk assessment, robust internal solidarity, strategic flexibility, and structured delegation. This paper provides an academic framework showcasing how existential threats were systematically transformed into historic opportunities for state-building and global dawah.

Keywords: *Prophet Muhammad ﷺ, Crisis Management, Strategic Leadership, Hijrah, Ghazawat, Treaty of Hudaybiyyah, Risk Assessment, Islamic Governance.*

CC BY

تعارف

اس آرٹیکل کا بنیادی مقصد عہدِ نبوی ﷺ کے مکی اور مدنی ادوار میں پیش آنے والے بڑے سیاسی، معاشی اور سماجی بحرانوں کا ایک جامع، تفصیلی اور تزویراتی تجزیہ پیش کرنا ہے کہ سیرت النبی ﷺ میں بحرانوں کے انتظامی اصول *Crisis Management Principles in the Seerah of the Prophet Sallallahu Alaihi Wasallam* ہے، جس کا مطالعہ چار کلیدی تاریخی سنگِ میل: شعبِ ابی طالب (معاشی و سماجی مقاطعہ)، ہجرتِ مدینہ (اسٹریٹجک نقل مکانی)، عہدِ نبوی کے غزوات (عسکری و دفاعی بحران) اور صلح حدیبیہ (سیاسی و سفارتی بحران) کے تناظر میں کیا جانا مقصود ہے۔ اس تفصیلی علمی مقالے میں یہ واضح کیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرانوں کے دوران کس طرح پائیدار حکمتِ عملی، داخلی استحکام اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ذریعے خطرات کو مواقع (*Opportunities*) میں تبدیل فرمایا۔ یہ علمی مطالعہ مستند مراجع کی روشنی میں تفصیلی تجزیہ فراہم کرتا ہے تاکہ اسے تحقیقی مقاصد کے لیئے استعمال کیا جا سکے۔

کسی بھی تحریک، نظریے یا ریاست کی پائیداری کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کی قیادت بحرانی حالات میں کس طرح کے فیصلے کرتی ہے۔ لغت میں بحران (*Crisis*) سے مراد ایک ایسا نازک موڑ یا شدید خطرے کی حالت ہے جہاں بقا کا مسئلہ درپیش ہو۔ جدید انتظامِ کار (*Modern Management*) میں (*Crisis Management*) ایک مستقل سائنس بن چکی ہے، جس کے بنیادی مراحل میں خطرے کی قبل از وقت شناخت (*Risk Identification*)، نقصان کو روکنا (*Containment*)، اور متبادل حکمتِ عملی (*Adaptive Strategy*) شامل ہیں۔

جب ہم سیرت النبی ﷺ کا اس تناظر میں مطالعہ کرتے ہیں، تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو انسانیت کے لیے مقتدرہ اصول فراہم کرتا ہے۔ مکی دور کی شدید ترین نفسیاتی و معاشی ستم ظریفی سے لے کر مدنی دور کے عسکری اور سفارتی تعطل تک، آپ ﷺ نے ایسے انتظامی اصول وضع فرمائے جو رہتی دنیا تک کے معاشی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی بحران کے سامنے مغلوبِ غضب ردِ عمل (*Reactive Action*) نہیں دکھایا، بلکہ ہمیشہ تزویراتی تدبر (*Proactive Planning*) کا مظاہرہ فرمایا جیسا کہ:

ا۔ شعبِ ابی طالب: شدید معاشی اور سماجی بحران کی حکمتِ عملی

بعثت کے ساتویں سال قریشِ مکہ نے محسوس کیا کہ تمام تر سختیوں کے باوجود اسلام کی دعوت پھیل رہی ہے، تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کے خلاف ایک ہمہ جہت سماجی اور معاشی مقاطعہ (*Social and Economic Boycott*) نافذ کیا۔ اس ظالمانہ معاہدے کو کعبہ کے اندر لٹکایا گیا، جس کی رو سے ان خاندانوں سے ہر قسم کا لین دین، شادیاں، اور غذائی رسد بند کر دی گئی۔ اس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کا خاندان تین سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور رہا۔ یہ عہدِ مکی کا شدید ترین معاشی اور نفسیاتی بحران تھا[1]۔

(الف) داخلی یکجہتی کا فروغ (*Internal Solidarity*)

بحران کا پہلا انتظامی اصول یہ ہے کہ داخلی محاذ کو مضبوط رکھا جائے۔ شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم کے وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا (جیسے ابو طالب)، لیکن آپ ﷺ کی اعلیٰ اخلاقی قیادت اور خاندانی حمیت کو اس انداز میں استعمال کیا گیا کہ تین سال کی شدید ترین بھوک کے باوجود کوئی ایک فرد بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے دشمن کے سامنے

ہتھیار ڈالنے یا آپ ﷺ کو ان کے حوالے کرنے کی بات کی ہو۔ داخلی یکجہتی نے دشمن کی اس اعصابی جنگ (War of Attrition) کو ناکام بنا دیا۔[2]

(ب) متبادل وسائل کی تلاش اور سپلائی چین کا انتظام

ممنوعہ ایام کے باوجود، آپ ﷺ نے حج کے مخصوص ایام (حرمت والے مہینے) کا فائدہ اٹھایا جب قریش کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ان ایام میں آپ ﷺ مکہ آنے والے بیرونی تجارتی قافلوں سے رابطے قائم کرتے اور غذائی قلت کو دور کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ، مکہ میں موجود ایسے غیر مسلموں سے پوشیدہ رابطے برقرار رکھے گئے جن کے دلوں میں انسانی ہمدردی باقی تھی (جیسے ہشام بن عمرو اور زہیر بن ابی امیہ)، جنہوں نے بالآخر اس ظالمانہ معاہدے کو پھاڑنے میں کلیدی کردار ادا کیا[3]

(ج) نفسیاتی استقامت (Psychological Resilience)

قیادت کا سب سے بڑا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ بحران کے وقت اپنے پیروکاروں کے حوصلے بلند رکھے۔ فقر و فاقہ کے اس دور میں جب بچے بھوک سے بلکتے تھے اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا جاتا تھا، آپ ﷺ کے چہرے پر تنزلزل کا ایک شائبہ بھی نہ تھا۔ اس نفسیاتی استقامت نے صحابہ کرام کے ایمان کو فولاد بنا دیا، جس نے آگے چل کر ہجرت اور جہاد کی بڑی آزمائشوں کے لیے ایک بہترین فاؤنڈیشن کا کام کیا۔[4]

۲۔ ہجرتِ مدینہ: اسٹریٹجک نقلِ مکانی اور تنظیمی منصوبہ بندی

جب مکہ میں دعوت کے تمام راستے بظاہر مسدود کر دیے گئے، اور قریش نے دار الندوہ میں آپ ﷺ کے معاذاللہ قتل کا متفقہ فیصلہ کر لیا، تو یہ مسلمانوں کے لیے ایک وجودی خطرہ (Existential Threat) تھا۔ اس موقع پر ہجرت محض ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ جانے کا نام نہیں تھا، بلکہ یہ ایک اعلیٰ درجے کی اسٹریٹجک نقلِ مکانی (Strategic Relocation) تھی، جس کے پیچھے کمال کی تنظیمی منصوبہ بندی کارفرما تھی۔[5]

سفرِ ہجرت میں تزویراتی منصوبہ بندی اور ذمہ داریوں کی تقسیم کار

ذمہ داری	مقرر فرد/افراد	تزویراتی مقصد
رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سونا	حضرت علی بن ابی طالبؓ	دشمن کو وقتی طور پر دھوکے میں رکھنا اور ہجرت کے منصوبے کو خفیہ رکھنا
غارِ ثور تک ہمراہی	حضرت ابو بکر صدیقؓ	سفر میں رفاقت، مشاورت اور حفاظتی معاونت فراہم کرنا
اطلاعات و انٹیلی جنس کی فراہمی	حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ	مکہ کی تازہ صورتِ حال، قریش کی نقل و حرکت اور منصوبہ بندی سے مسلسل آگاہ کرنا
خوراک اور ضروری سامان پہنچانا	حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ	غارِ ثور میں قیام کے دوران خوراک، پانی اور دیگر ضروری اشیاء کی فراہمی
نشاناتِ قدم مٹانا	حضرت عامر بن فہیرہؓ	تعاقب کرنے والوں کو راستے کا سراغ نہ ملنے دینا اور نقل و حرکت کو مخفی رکھنا
ماہر رہنما (Guide)	عبداللہ بن اُریقط	محفوظ، غیر معروف اور کم استعمال ہونے والے راستے سے مدینہ منورہ تک رہنمائی کرنا
منصوبہ بندی اور قیادت	رسول اللہ ﷺ	ہجرت کے تمام مراحل کی نگرانی، حکمتِ عملی کی تشکیل، فیصلہ سازی اور مجموعی قیادت

تجزیہ:

یہ جدول واضح کرتا ہے کہ سفرِ ہجرت محض ایک نقل مکانی نہیں تھا بلکہ ایک منظم، مرحلہ وار اور تزویراتی منصوبہ تھا جس میں ہر فرد کو اس کی صلاحیت اور حالات کے مطابق مخصوص ذمہ داری سونپی گئی۔ اس تقسیم کار نے راز داری، رسد، معلوماتی معاونت، حفاظتی اقدامات اور قیادت کے تمام تقاضوں کو پورا کیا، جو جدید انتظامی و بحرانی نظم (Crisis Management) کے اصولوں سے بھی ہم آہنگ ہیں

حاصل شدہ انتظامی اصول

1. مؤثر تقسیم کار (Division of Labor)
2. معلومات کی حفاظت (Information Security)
3. ماہر افراد کا انتخاب (Merit-Based Selection)
4. رسد اور لاجسٹک منصوبہ بندی (Logistics Management)
5. خطرات کا پیشگی جائزہ (Risk Management)
6. قیادت اور ٹیم ورک کا امتزاج (Leadership & Team Coordination

الف) خطرہ کا انتظام اور تزویراتی لچک (Risk Management)

روایتی طور پر مکہ سے مدینہ جانے کا راستہ شمال کی طرف جاتا تھا۔ قریش کو یقین تھا کہ آپ ﷺ اسی راستے سے نکلیں گے۔ آپ ﷺ نے روایتی راستے کے برعکس جنوب کی طرف سفر اختیار فرمایا اور غارِ ثور میں تین دن قیام فرمایا[6] یہ خطرے کا ایسا انتظام تھا جس نے قریش کے سراغ رسانوں (Trackers) کو حیران کر دیا۔ مادی تدابیر کو انتہا تک پہنچانا اور پھر اللہ پر توکل کرنا، نبوی انتظامِ کار کا طرہ امتیاز ہے۔[7]

(ب) ٹاسک کی تقسیم اور وفود کا استعمال (Delegation of Tasks)

سفرِ ہجرت کی کامیابی کے لیے آپ ﷺ نے مختلف افراد کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق ذمہ داریاں سونپیں:

حضرت علی بن ابی طالب: انہیں اپنے بستر پر سلایا تاکہ قریش کو آپ ﷺ کی موجودگی کا گمان رہے، اور مکہ والوں کی امانتیں واپس کرنے کا اہم ترین اخلاقی ٹاسک دیا[8]۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر: انہیں مکہ کی روزمرہ کی خبریں اور قریش کی انٹیلی جنس (Intelligence) فراہم کرنے پر مامور کیا گیا۔[9]

حضرت اسماء بنت ابی بکر: انہیں رات کے اندھیرے میں غار تک غذائی رسد (Supply Chain) پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی۔[10]

عبداللہ بن اریقط: یہ شخص اگرچہ غیر مسلم تھا، لیکن اپنے فن (راستہ شناسی) کا ماہر اور امین تھا۔ آپ ﷺ نے میرٹ اور پیشہ ورانہ مہارت کو ترجیح دیتے ہوئے اسے گائیڈ مقرر فرمایا۔[11]

(ج) ادارتی ڈھانچے کی تاسیس (Institutionalization)

مدینہ پہنچتے ہی آپ ﷺ نے بحران کے بعد کی تعمیرِ نو (Post-Crisis Reconstruction) پر توجہ دی۔

مہاجرین کے معاشی بحران کو حل کرنے کے لیے مواخات (Brothership) کا نظام قائم کیا، جس نے دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا معاشی انضمام پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی، مدینہ کے داخلی انتشار (اوس وخزرج اور یہودی قبائل کے مابین) کو ختم کرنے کے لیے میثاقِ مدینہ (*Constitution of Madinah*) تحریر فرمایا، جس نے ایک کثیر المذہبی معاشرے کو ایک سیاسی اکائی میں تبدیل کر دیا[12]۔

۳۔ عہدِ نبوی کے غزوات: عسکری اور دفاعی بحران کا حل

مدنی دور میں نوخیز اسلامی ریاست کو مسلسل عسکری خطرات کا سامنا رہا۔ غزوہ بدر میں افرادی قوت کی شدید کمی، غزوہ احد میں تزویراتی نظم وضبط (*Strategic Discipline*) کا ٹوٹنا، اور غزوہ خندق میں دس ہزار کے متحدہ لشکر کا محاصرہ، یہ سب ایسے بڑے بحران تھے جہاں ذرا سی لچک بھی مدینہ کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتی تھی۔

(الف) شوریٰ کا اصول (Consultative Decision Making)

نبوی بحران کا ایک بڑا اصول یہ ہے کہ مشکل ترین وقت میں بھی قیادت تنہا فیصلے کرنے کے بجائے اپنے مخلصین اور ماہرین کو اعتماد میں لیتی ہے۔

غزوہ بدر: آپ ﷺ نے جب ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا، تو حباب بن منذر نے پوچھا کہ کیا یہ مقام وحی کے تحت منتخب ہوا ہے یا جنگی حکمتِ عملی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنگی تدبیر ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ ہمیں پانی کے چشموں پر قبضہ کر کے آگے پڑاؤ ڈالنا چاہیے تاکہ دشمن پانی سے محروم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فوراً اپنا فیصلہ تبدیل کر کے ان کے مشورے پر عمل فرمایا[13]

غزوہ خندق: مدینہ پر جب چاروں طرف سے قریش، غطفان اور یہودی قبائل کا گٹھ جوڑ (*Confederacy*) حملہ آور ہوا، تو حضرت سلمان فارسی نے ایرانی طرزِ دفاع کے مطابق خندق (*Trench*) کھودنے کا مشورہ دیا۔ عربوں کے لیے یہ بالکل نیا تصور تھا، لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور خود اس کی کھدائی میں حصہ لیا[14]۔

(ب) نفسیاتی بحالی اور احتساب (*Post-Crisis Rehabilitation*)

غزوہ احد میں تیر اندازوں کے دستے کی ایک تزویراتی غلطی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ بحران میں بدل گئی اور خود رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے۔ اس موقع پر ایک عام دنیاوی لیڈر غصے اور سخت احتساب کا راستہ چنتا، لیکن آپ ﷺ نے قرآن کی ہدایت کے مطابق نرمی کا اسلوب اختیار فرمایا:

پس اللہ کی بڑی رحمت کے باعث آپ ان کے لیے نرم ہو گئے۔ اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد سے چھٹ جاتے۔ سو آپ ان سے درگزر فرمائیں اور ان کے لیے بخشش مانگیں اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہیں"[15]۔

اس طرزِ عمل نے شکست خوردہ فوج کے مورال کو دوبارہ بحال کیا اور اگلی ہی صبح مسلمان بنو قریظہ اور حمراء الاسد کے معرکوں کے لیے تیار ہو گئے۔

۴۔ صلح حدیبیہ: سیاسی وسفارتی بحران اور دور اندیشی

ذوالقعدہ ۶ ہجری میں چودہ سو غیر مسلح مسلمان عمرے کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن قریش نے مکہ سے باہر

حدیبیہ کے مقام پر ان کا راستہ روک دیا۔ یہ ایک شدید سفارتی تعطل (*Diplomatic Deadlock*) تھا، کیونکہ مسلمان احرام باندھے ہوئے تھے اور جنگ کے موڈ میں نہیں تھے، جبکہ قریش اپنی انا کی خاطر کسی صورت مسلمانوں کو داخلے کی اجازت دینے پر تیار نہ تھے۔

(الف) جذباتیت پر تزویراتی وژن کی برتری (*Strategic Vision over Emotion*)

قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو نے جو شرائط پیش کیں، وہ بظاہر انتہائی ذلت آمیز اور یکطرفہ تھیں۔ مثلاً:

1. مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے۔

2. مکہ سے اگر کوئی شخص (مسلمان ہو کر) مدینہ جائے گا تو اسے واپس کیا جائے گا، لیکن مدینہ سے کوئی مکہ آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

3. معاہدے کی تحریر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور محمد رسول اللہ کے الفاظ کو مٹانے کا مطالبہ کیا گیا[16]۔

صحابہ کرام، خصوصاً حضرت عمر فاروق، اس درجے شدید جذباتی بحران کا شکار تھے کہ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ باطل پر نہیں؟ تو پھر ہم اپنے دین میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟" لیکن رسول اللہ ﷺ کا وژن دور اندیش تھا۔ آپ ﷺ جانتے تھے کہ قریش کا جنگ بندی (*Ceasefire*) پر راضی ہونا ہی مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی فتح ہے۔

(ب) بحران کو موقع میں تبدیل کرنا (Transforming Crisis into Opportunity)

صلح حدیبیہ کے نتیجے میں قریش نے پہلی بار اسلامی ریاست کو ایک قانونی اور سیاسی اکائی (Sovereign Entity) کے طور پر تسلیم کیا۔ جنگ کے خطرات ٹلنے سے امن کا جو ماحول پیدا ہوا، اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین اختلاط بڑھا۔ لوگ آزادانہ مدینہ آنے لگے اور اسلام کی دعوت پر غور کرنے لگے۔

تاریخی نتیجہ:

صلح حدیبیہ سے فتحِ مکہ تک (صرف دو سال کے عرصے میں) اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ان تمام افراد سے زیادہ تھی جنہوں نے پچھلے ۱۹ سالوں میں اسلام قبول کیا تھا[17] اسی وجہ سے قرآن نے اس صلح کو "فتح مبین" (کھلی فتح) قرار دیا۔

علمی تقابل اور انتظامی نتائج (Analytical Synthesis)

درج ذیل جدول میں عہدِ نبوی ﷺ کے ان چاروں بڑے بحرانوں کا انتظامی، تزویراتی اور عملی تقابل پیش کیا گیا ہے تاکہ ان کے دور رس نتائج کو واضح طور پر سمجھا جا سکے:

بحران کا نام	بحران کی نوعیت	کلیدی انتظامی حکمتِ عملی (Key Principles)	تزویراتی و طویل المیعاد نتیجہ (Strategic Outcome)
شعبِ ابی طالب	معاشی و سماجی مقاطعہ	داخلی یکجہتی، صابرانہ استقامت، پوشیدہ متبادل روابط	قریش کی اخلاقی شکست، قبیلے کے اندر دراڑیں پڑنا، دعوت کا بقا
ہجرتِ مدینہ	سیکیورٹی و وجودی خطرہ	رازداری، سیکیورٹی رسک مینجمنٹ،	مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد، معاشی و

		میرٹ پر مبنی ٹاسک کی تقسیم	سیاسی خود مختاری
غزوات (بدر، احد، خندق)	عسکری و دفاعی جارحیت	مجلسِ شوریٰ کا انعقاد، غیر روایتی تکنیک، بحران کے بعد نفسیاتی بحالی	مدینہ کا ناقابلِ تسخیر دفاع، دشمنوں کی ہیبت قائم ہونا
صلح حدیبیہ	سیاسی و سفارتی تعطل	تزویراتی لچک، وقتی انا پر طویل المیعاد مفاد کی برتری	پہلی بار سیاسی تسلیمیت، دعوتِ اسلام کا عالمی پھیلاؤ، فتح مکہ کا راستہ

خلاصہ نکات واہم نتائج (Executive Summary and key Finding)

انفرادی کے بجائے اداراتی سوچ: عہدِ نبوی ﷺ کے بحرانوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ بحران کا حل انفرادی بہادری سے زیادہ تنظیمی نظم و ضبط اور اداراتی ڈھانچے (*Institutional Setup*) میں ہوتا ہے۔

خطرے کا حقیقت پسندانہ تخمینہ: ہجرتِ مدینہ اور غزوہ خندق یہ سکھاتے ہیں کہ دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ لگا کر مادی اسباب کو مکمل طور پر استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں بلکہ عین سنت ہے۔

لچک اور مصالحت (*Flexibility & Compromise*): صلح حدیبیہ کا اصول یہ واضح کرتا ہے کہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے فروعی اور ظاہری چیزوں پر سمجھوتہ کرنا کمزوری نہیں، بلکہ اعلیٰ درجے کی ڈپلومیسی ہے۔

شوریٰ کی اہمیت: بحران کے وقت اکیلے فیصلے کرنے کے بجائے اہلِ علم اور متعلقہ فیلڈ کے ماہرین سے مشاورت (مثال: سلمان فارسی، حباب بن منذر) نبوی انتظامیہ کا لازمی جزو رہی ہے۔

امید اور عزم کا تسلسل: کسی بھی موڑ پر آپ ﷺ نے مایوسی کا اظہار نہیں فرمایا۔ شعبِ ابی طالب کی بھوک ہو یا خندق کی سردی اور فاقہ، قیادت کا پُر عزم چہرہ ہی صحابہ کے لیے سب سے بڑی ڈھال بنا رہا۔

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ اور مسلم ممالک ہمہ جہت معاشی زوال، داخلی انتشار، عسکری کمزوری اور سفارتی تنہائی (*Multi-Dimensional Crisis*) کا شکار ہیں۔ ہم اکثر ان بحرانوں کا حل وقتی نعروں، جذباتی فیصلوں یا بیرونی امداد پر انحصار میں تلاش کرتے ہیں۔ لیکن سیرتِ طیبہ ﷺ کا یہ تجزیاتی مطالعہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے کہ:

کیا ہم اپنے تعلیمی، معاشی اور سیاسی اداروں میں نبوی دور کی تزویراتی لچک (*Strategic Flexibility*)، میرٹ پر مبنی تقسیمِ کار، داخلی یکجہتی اور طویل المیعاد وژن کو نافذ کرنے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہم جذباتی ردِ عمل کے بجائے عقل اور تدبر پر مبنی اصولوں کو اپنا کر اپنے خطرات کو ایک بار پھر فتوحات میں تبدیل کر سکتے ہیں؟

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃالنبویۃ، بیروت: دار الجیل، ج ا، ص ۳۷۵
2 المبارکفوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، الریاض: دار السلام، ص ۱۱۴-۱۱۶
3 ابن کثیر، إسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، قاہرہ: دار ہجر، ج ۳، ص ۹۷-۹۹
4، ابن ہشام، السیرۃالنبویۃ، تحقیق: مصطفیٰ السقاوآخرون (بیروت: دار إحیاء التراث العربی)، ج 1، ص 350-357
5 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 2، ص 124-137؛ نیز صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ وإصحابہ إلی المدینۃ، حدیث: 3905،3906
6 البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وإصحابہ إلی المدینۃ، حدیث رقم ۳۹۰۶
7، ابن ہشام، السیرۃالنبویۃ، ج 2، ص 126-132؛ البخاری، صحیح البخاری، حدیث: 3905
8 ابن الاثیر، علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ج ۲، ص ۵۱-۵۲
9، البخاری، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃالنبی ﷺ وإصحابہ إلی المدینۃ، حدیث: 3905
10، البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ وإصحابہ إلی المدینۃ، حدیث: 3907
11، البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الإجارۃ، باب استئجار المشرکین عند الضرورۃ إو الحاجۃ، حدیث نمبر: 2263
12 حمید اللہ، محمد، الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، بیروت: دار النفائس، ص ۴۵
13 الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، کتاب المغازی، باب غزوۃ بدر، ج ۵، ص ۲۰۲
14 ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ج ۲، ص ۶۶ (ذکر غزوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخندق)
15 القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، الآیۃ ۱۵۹
16 مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب صلح الحدیبیۃ، حدیث رقم ۱۷۸۳
17 الزہری، محمد بن مسلم بن شہاب، فقہ السیرۃالنبویۃ، نقلہ ابن قیم الجوزیۃ فی زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ج ۳، ص ۲۸۶-۲۹۰